

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چند اسلامی نکاح

حضرت فاطمہؓ کا نکاح

(سیرۃ المصطفیٰ از مولانا دریس کاندھلوی ۱۶۶/۲؛ سیرۃ النبی از شبلی نعمانی ۲۱۱/۱-۲۱۲؛ اصلاح الرسوم از مولانا اشرف علی تھانوی ۹۰-۹۲؛ حلال و حرام از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۲۷۶)

سن ۲ھ کی بات ہے کہ حضرت ابو بکر و عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی صاحبزادی ساڑھے پندرہ سالہ حضرت فاطمہؓ کے رشتے کی درخواست کی۔ "میں اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کے انتظار میں ہوں۔" نبی کریمؐ نے جواب دیا۔ تب دونوں بزرگ صحابہ نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا کہ وہ بھی کوشش کر کے دیکھیں۔ شاید قسمت براری ہو جائے۔

ابتداءً حضرت علیؓ پس و پیش میں رہے۔ اس حال میں کہ ان کے پاس کچھ بھی پیسہ نہیں تھا، نکاح کا پیغام بھیجتے ہوئے انہیں بڑی شرم محسوس ہو رہی تھی۔ ان دنوں ان کے پاس ایک بھیڑ کی کھال، ایک بوسیدہ یمنی چادر، اور ایک زرہ کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ شادی کے لیے مہر ادا کرنے اور گھر کا روز مرہ کا خرچ چلانے کے لیے کچھ تو پیسہ ہونا چاہیے۔ مگر ساتھ میں یہ بات بھی تھی کہ نبی کریمؐ کا حضرت علیؓ کے ساتھ ہمیشہ فیاضانہ سلوک رہا تھا، حضرت علیؓ کی ہر خواہش آپؐ قبول فرمالیا کرتے تھے۔ کیا اس موقع پر بھی آپؐ قبول فرمائیں گے؟ جو بھی ہو، حضرت علیؓ ہمت کر کے نبی کریمؐ کی خدمت میں چلے ہی گئے۔ اب اللہ کے رسولؐ کو وحی کے ذریعے اس مسئلے میں رہنمائی بھی حاصل ہو چکی تھی، جو اس نوجوان پیغام دہندہ کے حق میں تھی۔ درخواست نکاح کی قبولیت پر حضرت علیؓ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مگر خوشی کس طرح منائیں، یہ طے کرنے سے پہلے ہی...

"مہر ادا کرنے کے لیے کچھ ہے؟" حضرت علیؓ جس بات سے ڈر رہے تھے وہی بات نبیؐ نے پوچھ لی۔

"نہیں۔" حضرت علیؓ کا دل غم سے بیٹھا جا رہا تھا۔

"جنگ بدر کے موقع پر غنیمت میں جو زرہ ملی تھی، وہ کیا ہوئی؟"

"ارے... ہاں۔ وہ تو ہے۔"

مگر مردوں کے لیے بنی ہوئی زرہ حضرت فاطمہؓ کو کیا کام آتی؟ چنانچہ حضرت علیؓ نے ۴۸۰/درہم (تقریباً ۶۵۰۰۰ روپے) میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ اُس زرہ کو فروخت کیا اور یہ درہم حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ نبی کریمؐ نے حضرت علیؓ کو اس پیسے سے خوشبو اور کپڑے خریدنے کا حکم دیا۔

جب نکاح کا وقت قریب آیا، تو حضرت علیؓ جواب تک حضور ہی کے ساتھ رہا کرتے تھے، نے آپؐ کے حکم سے ایک گھر کرایے پر لیا جہاں حضرت فاطمہ کے ساتھ نکاح کے بعد کی پہلی رات گزار سکیں۔

نبی کریمؐ کے باسعادت کم سن خادم انسؓ؛ حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، اور چند انصاری صحابہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ کو بلا لائے۔ جب سب جمع ہو گئے تو حضورؐ نے ایک پُر اثر خطبہ نکاح پڑھا، پھر ایجاب و قبول کی کارروائی مکمل کرائی۔ اس کے بعد حضور کے حکم سے آپؐ کی آزاد کردہ باندی اور رضاعی ماں حضرت اُمّ ایمنؓ فاطمہ کو حضرت علیؓ کے گھر لے گئیں۔

اس نو وجود گھرانے کو گھریلو سامان فراہم کرتے ہوئے نبی کریمؐ نے یہ چیزیں ہدیہ فرمائیں: ایک لحاف، ایک چمڑے کا گدّا جس میں روئی کے بجائے کسی درخت کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، ایک مشکیزہ، اور دو میٹھی کے گھڑے۔

اُن دنوں حضرت حارثہ بن نعمان انصاریؓ کے پاس کئی مکانات تھے، جن میں سے متعدد کو وہ حضورؐ کی خدمت میں پہلے ہی ہدیہ کر چکے تھے۔ حضرت فاطمہ نے درخواست فرمائی کہ حضرت حارثہ سے پھر ایک مکان مانگ لیں، مگر نبیؐ نے یہ کہہ کر انکار فرمادیا کہ اب اُن سے مانگتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

کسی طرح یہ بات حضرت حارثہ کے کانوں تک پہنچ گئی۔ وہ فوراً حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض گزار ہوئے: "اے اللہ کے رسول! میں، اور جو کچھ میرا ہے، وہ سب پورے پورے طور پر آپؐ کی ملکیت ہیں۔ خدا کی قسم! آپؐ میرا گھر قبول فرمائیں، اس میں مجھے زیادہ خوشی ہے، بہ نسبت اس کہ کے آپؐ میرا گھر نہ لیں۔" حضرت حارثہ بن نعمان نے اپنا ایک گھر حضرت علیؓ اور فاطمہ کے لیے خالی کر دیا۔

حضرت فاطمہ کی اس نئے گھر میں منتقلی کے بعد حضورؐ تشریف لائے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر آپؐ نے اجازت چاہی۔ اندر آ کر آپؐ نے پانی سے بھرا ایک پیالہ منگوا یا اور اُس میں اپنے دونوں ہاتھ رکھ دیے۔ کچھ پانی

آپ نے حضرت علیؑ کے سینے اور بازوؤں پر چھڑکا۔ پھر آپ نے حضرت فاطمہؑ کو بلایا جو شرماتے، لڑکھڑاتے آئیں۔ حضور نے ان کے بدن پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا: "میں نے اپنے خاندان کے سب سے بہتر آدمی سے تمہارا نکاح کر دیا ہے۔"

بعد ازاں حضرت علیؑ نے ولیمہ کی دعوت کی۔ دسترخوان پر جو، کھجور اور مالیدہ تھا، اور بس۔

حضرت فاطمہؑ کے نکاح میں ہمارے لیے سبق

۱. حضرت علیؑ خود تنہا حضورؐ کی خدمت میں گئے اور نکاح کی درخواست فرمائی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (م: ۱۹۴۳ء) لکھتے ہیں: "اس سے معلوم ہوا کہ منگنی کے یہ تمام بگھیرے جو آج کل رائج ہیں سب لغو اور خلاف سنت ہیں۔ صرف زبانی پیغام و جواب کافی ہے۔" (اصلاح رسوم: ۹۰)

۲. حضرت تھانوی مزید لکھتے ہیں: اُس وقت حضرت فاطمہؑ کی عمر ساڑھے پندرہ سال اور حضرت علیؑ کی اکیس سال تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کی عمر ہو جانے کے بعد رُکے رہنا اچھا نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دولہا - دُلہن کی عمر میں تناسب کا لحاظ رکھنا بھی مناسب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دولہا، دُلہن سے عمر میں تھوڑا بڑا ہو۔

۳. نبی کریمؐ نے اس نکاح کے موقع پر چند صحابہ کو دعوت دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کے موقع پر پڑوسیوں اور قریبی رشتے داروں کو دعوت دینا درست ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ متعلقین کو اس نکاح کی خبر ہو جائے گی۔ البتہ اس کے لیے پُر پیچ منصوبوں اور شاہانہ انتظامات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۴. حضورؐ نے حضرت فاطمہؑ کو جو چند گھریلو سامان بطور ہدیہ دیے تھے، کیا انہیں آج کے ہندوستان کا مروّجہ جہیز کہا جاسکتا ہے؟ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں کہ آپؐ کی حیثیت نہ صرف حضرت فاطمہؑ کے باپ کی تھی بلکہ خود حضرت علیؑ کے سرپرست اور پرورش کنندہ کی بھی تھی۔ آپؐ نے ہی اُن کی بھی پرورش فرمائی تھی۔ صورت حال یہ تھی کہ حضرت علیؑ کا نہ کوئی مکان تھا اور نہ مکان کے لیے مطلوبہ اسباب و سامان۔ ان حالات میں زوجین کے سرپرست اور مربّی ہونے کی حیثیت سے ایک نیا گھر بسانے کے لیے جو سامان مطلوب تھا اُس کا آپؐ نے نظم فرمادیا۔

ایسا سمجھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ حضرت فاطمہ کے علاوہ آپ کی اور بھی دوسری صاحبزادیاں تھیں، مگر اُن کو آپ کی طرف سے کچھ دیا جانا ثابت نہیں۔ لہذا اگر حضرت فاطمہ کے لیے آپ کا جہیز دینا تسلیم کیا جائے تو یہ خلافِ عدل محسوس ہوتا ہے جو اَعْدِلُوا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ (اپنی اولاد کے درمیان انصاف کا معاملہ کرو۔) کی عالی قدر تعلیم فرمانے والے نبی کی شان سے یکسر بعید معلوم ہوتا ہے۔

(سیرۃ المصطفیٰ از مولانا ادریس کاندھلوی ۱۶۶/۲؛ سیرۃ النبی از شبلی نعمانی ۲۱۱/۱-۲۱۲؛ اصلاح الرسوم از مولانا اشرف علی تھانوی ۹۰-۹۲؛ حلال و حرام از خالد سیف اللہ رحمانی ۲۷۶)

حضرت جُلَیْبِیْبٌ اور عقل مند لڑکی

بد نما چہرے والے پست قد نوجوان جُلَیْبِیْبٌ اُن لوگوں میں سے نہیں تھے جنہیں دیکھ کر نگاہیں لطف اندوز ہوں۔ زمانہ جاہلیت میں تنفر اور عدم التفات کے جن رویوں کا انہیں سامنا کرنا پڑتا تھا، جُلَیْبِیْب اب تک انہیں بھولے نہیں تھے۔ محض اُن کی حاضری بہتوں کے لیے تکلیف کا سبب ہو جایا کرتی تھی۔

پھر اسلام آیا اور لوگوں کے اخلاق میں نمایاں تبدیلیاں لایا۔ اب اپنے ایمان، اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ وفاداری کی وجہ سے معاشرے میں جُلَیْبِیْب باحیثیت مسلمان تھے۔ اللہ اور آخرت پر ایمان نے مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو دیا تھا اور وہ جُلَیْبِیْب کے ساتھ بھی اپنے بھائی کا معاملہ کرتے تھے، اُس کے ساتھ کھاتے تھے اور اُس سے بات چیت کیا کرتے تھے۔ جُلَیْبِیْب کی زندگی اب بڑی خوشنما محسوس ہو رہی تھی۔

"تم شادی کیوں نہیں کر لیتے، جُلَیْبِیْب؟" ایک دن نبی کریمؐ نے اُن سے پوچھا۔

"جی... شادی... کیا آپ مجھ سے فرما رہے ہیں؟" جُلَیْبِیْب سن کر حیران و ششدر رہ گئے تھے۔ انہیں یہ تو معلوم تھا کہ لوگوں کے اخلاق میں نمایاں بہتری آئی ہے، مگر شادی... کوئی مذاق کی بات ہے؟ بھلا کون سی صحیح العقل لڑکی ہوگی جو میرے ساتھ زندگی گزارے؟ میری — جیسا کہ لوگ کہا کرتے تھے — بھونڈی اور بھدی صورت، کو دیکھتے ہوئے اپنا دن گزارے؟ کفر کے اُن تاریک دنوں کی یاد اب بھی کُرب ناک تھی۔ "مجھے نہیں

لگتا، اللہ کے رسول... میرا مطلب... بھلا میرے ساتھ کون رہنا چاہے گی؟ اگر شادی کے بازار میں کوئی ایک ناقابلِ فروخت مرد ہو، تو وہ میں ہوں گا۔"

"مگر اللہ کے دربار میں تم بے وقعت یا ناقابلِ فروخت نہیں ہو، جلیبیب! "نبیؐ نے فرمایا۔
اللہ کے نبیؐ نے ایک انصاری لڑکی کے والد کو جلیبیب کی طرف سے نکاح کا پیغام بھیجا۔ والد تھوڑی دیر تو ہلکے بکے کھڑے رہے، پھر کہنے لگے: "ذرا میں اُس کی امی سے تو مشورہ کر لوں۔"

"کیا!؟ ہر گز نہیں!" لڑکی کی ماں جلیبیب کے پیغام کو سنتے ہی غضب ناک ہو گئی۔ "کہاں تو ہم کئی خوبصورت اور مالدار لڑکوں کا پیغام نکاح ٹھکرا چکے ہیں، اور یہاں اللہ کے رسولؐ کو ہماری بیٹی کے لیے جلیبیب کے سوا کوئی ملتا نہیں۔ بھلا وہ کوئی ان کا بیٹا ہے؟" شاید بیٹا ہوتا تو اس نسبت کا لحاظ کر کے جواب کچھ اور دیتیں مگر چوں کہ ایسا تھا نہیں، لہذا حتمی فیصلے کے انداز میں والدہ نے کہا: "ہم جلیبیب کو کبھی اپنا داماد نہیں بننے دیں گے۔" پردے کے پیچھے لڑکی سُن رہی تھی۔ اتنی خبر تو اُس کو بھی تھی کہ جلیبیب کسی پرکشش چہرے یا اموال کثیرہ کا مالک نہیں ہے۔ وہ اللہ کے نبیؐ کو بھی جانتی تھی اور اُس کو یہ بھی پتہ تھا کہ آپؐ ہی کی اتباع میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ اُس کو اس امر میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ کوئی آدمی اپنے بھلے کا جتنا فکر مند ہو سکتا ہے اُس سے کئی گنا بڑھ کر حضورؐ ہر مسلمان کے خیر خواہ تھے۔ اب یہاں اُس کے والدین یا کم از کم والدہ کی خواہش اور رحمتِ عالم، رسولؐ خدا کی خواہش میں ٹکراؤ تھا۔ فیصلہ آسان نہیں تھا۔

"ارے..... آپ لوگ اللہ کے رسولؐ کا پیغام رد کر رہے ہیں!؟ لڑکی کی آواز میں ایک طرح کا لرزہ تھا۔ اُسے پتہ نہیں تھا کہ والد کے دروازے سے باہر نکلتے ہی بولنے کی ہمت اچانک کہاں سے اُس میں آگئی تھی۔ والد ابھی ابھی نبیؐ کو پیغام کی عدم قبولیت کی اطلاع دینے کے لیے نکلے تھے۔ "آپ لوگ اللہ کا یہ فرمان بھول گئے ہیں کیا؟"

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ
"کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔" (القرآن ۳۳:۳۶)
قرآنی آیت پڑھ کر وہ کہہ رہی تھی: "اگر اللہ کے رسولؐ نے اُن کو ہمارے لیے چُن لیا ہے تو مجھ ذرہ بھی اعتراض نہیں۔ میں تیار ہوں۔ میں اُن کے فیصلے کے آگے اپنا سر جھکاتی ہوں۔ شادی ہونے دیجیے۔"

تھوڑی دیر تو ایسا لگا جیسے ماں کو بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ بیٹی کی آواز سُن کر ابھی ابھی اندر لوٹنے والے والد کی بھی حالت تقریباً ویسی ہی تھی۔ پھر ایسا محسوس ہوا کہ اُن کی شَرِ میلی، باحیا بیٹی کی خلافِ توقع اس ناگماں بے باکی نے اُن کے دے ہوئے ایمانی شعلے کو بھی بیدار کر دیا ہو۔ جب وہ جسم کی آگ کی طرف تیزی سے بلا توقف دوڑے چلے جا رہے تھے، تب نبیؐ نے اُن کو روک کر بچایا تھا اور اس عمل میں نبیؐ کو بے مثال قربانیاں بھی پیش کرنی پڑی تھیں۔ یہ نقشے اُن کی نگاہوں کے سامنے آنے لگے۔ بھلا وہ نبیؐ کسی کے بد خواہ کیسے ہو سکتے تھے؟ ایسا محسوس ہوا کہ ایک مدتِ مدیدہ گزر گئی ہے کیوں کہ جب ماں کی آواز نکلی تو اس میں غصے کا شائبہ تک نہ تھا۔ والد کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔

"ہاں، میری بیٹی! صحیح کہتی ہو تم۔" ماں پر سنجیدگی طاری تھی۔ والد نے بھی ہاں میں سر ہلایا اور دوبارہ باہر چلے گئے، مگر اس مرتبہ نبی کریمؐ کو پیغام کی قبولیت کی اطلاع دینے کے لیے۔

"اللہ کے نبی، اگر آپ کی یہ خواہش ہے، تو ہم اس پیغام پر راضی ہیں۔" لڑکی کے والد کہہ رہے تھے۔

"ہاں، میری خواہش تو ہے۔" جب اللہ کے نبی کو لڑکی کے ایمان افزا جواب کی خبر دی گئی، تو اس کی عقل مندی، اور اللہ اور اس کے رسول کے تئیں اُس کی محبت نے آپ کو بہت متاثر کیا۔ "اللہ! دنیا اور آخرت کے تمام خیرات و انعامات سے اُسے مالا مال کر دیجیے۔ اللہ! اُسے فقر و تنگی کی زندگی سے کبھی دو چار نہ کیجیے۔"

نبیؐ نے اس کے بعد نکاح کروادیا۔



جُلَیبِ نبی کی قیادت میں جانے والے ایک عسکری مہم میں شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانوں کو شرانگیز کفار کے خلاف فتح حاصل ہوئی، مگر کئی مجاہدوں کی قیمتی جانوں کو قربان کرنے کے بعد۔

"کون کون نہیں مل رہے ہیں؟" جنگ کے اختتام پر اللہ کے نبیؐ نے اپنے گرد موجود صحابہ سے پوچھا۔ اُن میں سے کئی زخمی تھے، سب تھکان سے چور تھے، مگر اتنی بات تو تھی کہ اُن میں سے کوئی زندگی سے محروم نہیں ہوئے تھے۔

"فُلاں اور فُلاں... زید اور حامد... راشد اور احمد... صحابہ کرام نے چند صحابہ کے نام لیے جو غزوے میں آتے وقت تو اُن کے ساتھ تھے مگر اب ان کا ساتھ چھوڑ کر اللہ کے پاس ذخیرہ کردہ شادمانیوں اور انعامات سے بہرہ ور ہو رہے تھے۔

"اور کوئی؟ سوچو، سوچو... اور کون یہاں نہیں ہے؟" اللہ کے نبی اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے یہی سوال دہراتے رہے۔ مزید چند شہدا کے نام آئے۔

"جُلَیب کا کیا حال ہے؟ مجھے نظر نہیں آ رہا ہے۔ کہاں ہے وہ؟ جاؤ، اُس کو تلاشو۔"

بڑی آسانی سے فراموش ہو جانے والے جُلَیب کی زندگی دوسروں سے کہیں زدہ تنہا گزری تھی۔ مدینہ میں اُن کے نہ والدین تھے، نہ بھائی، نہ بہن۔ مگر یہاں، کم از کم اِس جگہ وہ اکیلے نہیں تھے۔ جُلَیب سات لوگوں کی اچھی خاصی جماعت میں تھے، البتہ وہ سب اجنبی تھے۔

تلاش کرنے آئے کئی صحابہ اِس شیر اسلام کی شجاعت پر انگشت بدنداں تھے، جس نے اتنے سارے کافروں کو قتل کرنے کے بعد ان جہنمی مقتولین کے ساتھیوں کے ہاتھوں شہادت کا پیالہ پیا تھا۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُسی جگہ کھڑے رہے، جُلَیب کے دلیر چہرے کو دیکھتے رہے۔ صحابہ دیکھ رہے تھے کہ نبی اپنے قابو سے باہر ہوتے آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش میں ہیں۔ "اِس نے قتل ہونے سے پہلے اُن کے سات کو مارا۔ سات کو مارا نہ؟ وہ میرا ہے، میں اس کا ہوں۔ اُس نے سات کو مارا ہے۔ وہ میرے گھر کا فرد ہے، میں اُس کے گھر کا۔..."

ادھر صحابہ جُلَیب کی قبر کھود رہے تھے، اور ادھر اللہ کے نبی اُس کا جسم اپنے بابرکت ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے تھے۔ ادھر اُس کی روح بے فکر پرواز میں محو تھی، دل کو لبھانے والے جنت کے سبز باغات کی لذتوں سے محفوظ ہو رہی تھی، ادھر اُس کے جسم کو اللہ کے آخری نبی کے مَسِّ اور سہارے کا اعزاز حاصل تھا، جن کی محض اتباع کا شرف حاصل کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ آسمانوں سے واپس دنیا میں تشریف لائیں گے۔

دنیا کی مقدس ترین کھاٹ، یعنی اللہ کے نبی کے پُر تقدس بازوؤں میں قبر تک آنے والے جُلَیب کا جسم اب دنیا کی اپنی آخری قیام گاہ میں آرام فرما تھا۔



ادھر مدینہ میں اُس عقل مند لڑکی کی زندگی بڑے آسائش و سہولتوں کے ساتھ گزر رہی تھی۔ انصارِ مدینہ میں کوئی بے شوہر عورت ایسی نہیں تھی جس کا ماہانہ صرفہ اُس سے زیادہ ہو۔ اللہ کے نبی کی دعا بار آور ہو رہی تھی۔

(تفسیر ابن کثیر ۴/۲۲۲؛ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب از ابو عمر النعمانی القرطبی ۲/۲۷۱؛ معارف القرآن از مفتی محمد شفیع عثمانی ۷/۱۵۸-۱۵۹)

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ

پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے موکّر سکی صحابہ اپنے تمام مال و دولت، گھر اور دیار کی قربانی فرما کر ہجرت کر چکے تھے۔ حضورؐ نے مختلف مہاجر و انصار صحابہ میں باہمی تعاون اور عارضی کفالت کے لیے بھائی چارگی کا رشتہ قائم فرما دیا تھا۔ حضرت عبد الرحمنؓ کی بھائی چارگی سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہما سے قائم ہوئی تھی۔

حضرت سعدؓ اُن کو ساتھ لے کر اپنے گھر آئے۔ رات کے کھانے کے بعد کہنے لگے:

"انصاریوں میں مجھ سے بڑھ کر مال دار کوئی نہیں۔ میں اپنا یہ سارا مال تمہارے ساتھ آدھا آدھا تقسیم کرتا ہوں۔ میری دو بیویاں بھی ہیں۔ تم کو اُن دو میں سے جو پسند آجائے، میں اُس سے عَلِیحدگی اختیار کر لوں گا۔ عدت پوری ہونے کے بعد تم اُن سے نکاح کر لینا۔"

حضرت سعدؓ اپنی دونوں بیویوں کے جذبہٴ ایثار سے باخبر تھے۔ اُن کو یقین تھا کہ دین کی خاطر بے گھر ہونے والے اس نوجوان دینی بھائی کی راحت رسانی کے لیے اُن کی دونوں بیویاں بخوشی اس معاملے پر راضی ہو جائیں گی۔ مگر غیرت و خودداری کے پیکر حضرت عبد الرحمنؓ نے جواب دیا: "ان چیزوں کی تو مجھے ضرورت نہیں۔ البتہ مجھے بازار کا پتہ بتا دو تاکہ میں تجارت کر سکوں۔"

حضرت سعد انصاریؓ نے بنو قینقاع کے بازار کا پتہ بتا دیا۔ اگلی صُبح حضرت عبد الرحمنؓ نے بازار جا کر تجارت شروع کی اور منافع سے تھوڑا پیسہ اور کچی خرید کر گھر لائے۔ حضرت عبد الرحمنؓ کی اس بابرکت تجارت کا سلسلہ جاری رہا۔ چند دنوں میں ہی اُن کے پاس اتنا مال جمع ہو گیا کہ وہ نکاح کے مہر اور ولیمہ کا انتظام کر سکیں۔



مدینہ کی ایک گلی میں رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے ملاقات ہوتی ہے۔ آثار سے حقیقت تک رسائی حاصل کرنے میں طاق، نگاہِ نبوی سے عبدالرحمن کا کھلا ہوا چہرہ اور بمشکل دبی ہوئی مُسکراہٹ چھپی نہ رہ سکی۔ عبدالرحمن کے لباس پر زعفرانی خوشبو کے اثرات بھی تھے۔ عورتیں یہ خوشبو لگایا کرتی تھیں۔ غالباً دُلہن کے کپڑے سے اس خوشبو کا اثر حضرت عبدالرحمن کے کپڑے تک سرایت کر گیا تھا۔

"شادی ہو گئی کیا، عبدالرحمن؟"

"جی ہاں، رسول اللہ۔"

"کس سے؟"

"انصاری خاتون اُمّ ایاس بنت ابوالجیسر اوسییہ سے۔"

"مہر کتنا دیا؟" نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا۔

"کھجور کی گٹھلی کے بقدر سونا۔"

"بہت خوب۔ اب ولیمہ کر لو۔ زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں۔ ایک بکری بھی مُیسر ہو جائے، تو ذبح کر کے دعوت کر دو۔ اللہ تمہارے مال میں برکت دے!"



نبیؐ کی دعائے برکت کا اثر یہ ہوا کہ حضرت عبدالرحمن کے پاس مال سیلاب کی مانند اُمُنڈ پڑا۔ فرماتے ہیں کہ میں کبھی زمین سے ڈھیلا یا پتھر اٹھاتا تو بھی بعید نہیں تھا کہ نیچے سے سونا چاندی برآمد ہو جائے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ مبارکہ کی آخری جنگ غزوہ تبوک تھی۔ اب تک صرف عرب قبیلوں سے لڑائیاں ہوئی تھیں، مگر اس مرتبہ زمانے کی قوتِ عظمیٰ سے مقابلہ تھا جس کی فوج سے بڑھ کر مال و افراد غالباً دوسری قوتِ عظمیٰ ایران کے سوا کسی کے پاس نہیں تھا۔ مدینہ میں اُسی سال قحط بھی آیا تھا۔ نتیجہً افلاس و تنگی کی شکایت عام تھی۔ کئی مجاہدین آپ کی خدمت میں جہاد میں شرکت کی نیت سے حاضر ہوئے، لیکن آپ اُن کے لیے جنگی سامان فراہم نہ کر سکے۔ وہ مخلص صحابہ قوتِ عظمیٰ کے خلاف پیش آنے والے اس قربانی طلب جہاد میں شرکت سے محرومی پر آنسو بہاتے ہوئے دربارِ نبوی سے واپس ہوئے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تب صحابہ کے سامنے درخواست کی کہ اللہ کے واسطے زیادہ سے زیادہ مال بھی اس جہاد کے لیے صرف کریں۔ یہ سُننا تھا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۲۴ کلو سونالے کر حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ میری رائے میں تو عبدالرحمن نے جوش میں آکر اپنے گھر والوں کا حق ضائع کر دیا ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ ساڑھے چھ کروڑ روپیے کے اس چندے کے بعد اُس کے گھر میں کچھ بھی بچا ہوگا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا: "عبدالرحمن! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے؟" "جی، اللہ کے رسول! میں نے گھر والوں کے لیے تو اس سے بھی زیادہ اور عمدہ چیز چھوڑی ہے۔" "کتنا؟"

"وہ تمام مال و دولت، رزق و ثواب جس کا اللہ اور اُس کے رسول نے وعدہ کیا ہے۔"



مدینہ منورہ میں خالی ہاتھ وارد ہونے والے حضرت عبدالرحمن بن عوف کا ۳۲ھ میں جب انتقال ہوا ہے، تو چار بیویاں تھیں۔ ہر ایک کے حصے میں ایک لاکھ دینار آیا، گویا کل نقدی ترکہ بتیس لاکھ دینار یعنی سینتیس ارب روپیے تھا۔ ترکہ کے ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے، اور تین ہزار بکریاں اس کے علاوہ تھیں۔ (بخاری: ۲۰۴۸؛ فتح الباری ۲۳۲/۹؛ صور من حياة الصحابة ۲۵۴)